بدقسمتی سے ہمارے اہل مذہب کے ہاں بہت کم زیر بحث آتے ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ آج کی مسلمان خاتون جن مسائل کا شکار ہے، وہ غربت، جہالت، عدم تحفظ، جسمانی اور جنسی تشدد، زندگی کے اہم امور میں فیصلہ کرتے وقت ان کی رائے نہ

اسلامی نظریاتی کونسل اب ایک نئی شناخت، نئی سوچ اور ایک مختلف لائحہ عمل کے ساتھ ان مسائل کو موضوع بحث بنا رہی ہے۔

پوچھنا، زندگی کی بنیادی سہولیات تک رسائی کا فقدان وغیرہ ہیں، جب کہ مذہبی لوگ جب بھی عورت کا ذکر کرتے ہیں، تو وہ جنسی تسکین اور فحاشی وعریانی سے زیادہ نہیں کرتے۔ ان کی تقریر ختم ہوتے ہی کئی مرد حضرات اپنی نشستوں سے اٹھے اور شاید ان مسائل کا ذکر چھیڑنے سے اپنی "مردانگی" کو خطرے میں محسوس کرتے ہوئے جذباتی انداز میں ہال سے باہر نکلے۔ یہ ایک ایسا رویہ تھا جو نہ صرف یہ کہ غیر علمی تھا بلکہ ناشائستہ بھی تھا۔

ہم جس دنیا میں رہتے ہیں، یہ تحریک کے اصول پر قائم ہے اور اس میں تیزی سے بدلتے حالات اور واقعات روزانہ کے حساب سے نت نئے سوالات کو جنم دیتے رہتے ہیں۔ اپنے وجود اور شناخت کے لحاظ سے متنبہ رہنے والے معاشرے تو اس بات کا غیر معمولی اہتمام کرتے ہیں کہ وہ ان سوالات کے کافی وشافی جوابات فراہم کریں کیونکہ جو تہذیب وتمدن اپنے سامنے اٹھنے والے سوالات کے تسلی بخش جوابات فراہم نہیں کر سکتی، وہ فنا ہو جایا کرتی ہے، فکری خلجان اور انتشار کا شکار ہو جاتی ہے، اس کا وجود اور شناخت خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ لیکن جواب دینا تو درکنار، کیا ان سوالات کو اٹھانے کی بھی ہمت نہیں کرنی چاہئے؟ کیا محترمہ طاہرہ عبداللہ کے اٹھائے گئے سوالات کو محض اس وجہ سے نظر انداز کیا جائے کہ ایک خاتون کس طرح یہ جرأت کر سکتی ہے کہ وہ اتنے سارے مردوں کے سامنے ان سوالات کو اٹھائے؟

پہلے زمانے میں نت نئے موضوعات پر اجتہاد اور تحقیق کا یہ کام افراد اپنی انفرادی حیثیت میں ہی سرانجام دے سکتے تھے لیکن اب بالخصوص، صنعتیت (industrialization) کے عمل نے انسانی سماج کے لیے بہت سی پیچیدگیوں کو جنم دیا ہے اور مغرب میں یہ کام جامعات اور غور وفکر کے اداروں (think tanks) نے سنبھال لیا ہے اور بہت بڑے پیمانے پر یہ کام بغیر کسی توقف کے جاری وساری رہتا ہے۔ بلاشک، اجتہاد اور تحقیق کی اہمیت اور ضرورت اپنی جگہ، لیکن اس تقریب میں شرکت سے یہ احساس دامن گیر ہوا کہ نت نئے علمی سوالات کو سہنے اور شائستہ انداز میں اختلاف کرنے کا ہمارا سماجی رویہ بھی غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے، جس کا مشاہدہ ہم صبح وشام اپنے گرد وپیش میں کر رہے ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے اجتہاد جب ہوگا تو ایک سے ایک نئی آراء سامنے آتی جائیں گی جن میں ظاہر ہے کچھ ایسی ہوں گی، جن سے قدیم، روایتی اور پہلے سے راسخ آراء پر شدید ضرب بھی پڑتی ہوگی، تو ہم اگر اس نئی رائے سے اتفاق نہیں کرتے تو کم از کم ہمارے اندر اس کو سننے اور برداشت کرنے کا حوصلہ تو ہونا چاہئے کیونکہ اجتہاد اور تحقیق کی روایت صرف ان معاشروں میں ہی پنپ سکتی ہے، جہاں اختلاف رائے کی آزادی کو ایک بنیادی قدر کے طور پر مان لیا جائے اور جہاں اپنی رائے کی غلطی کے احتمال کے ساتھ کسی اور کی رائے کو صحیح ماننے کا جذبہ بھی موجود ہو۔ اہل مذہب کے عدم برداشت کی مثال لیں، تو ہم نے ڈاکٹر فضل الرحمٰن جیسی گراں قدر علمی شخصیت کو امریکہ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا اور "خاکی بھائیوں" کا طرز عمل دیکھیں تو ڈاکٹر عائشہ صدیقہ کو اپنی کتاب ".Military Inco" کی رونمائی کے لیے کیا کیا پاپڑ بیلنے پڑے اور اس کے بعد ان کو کن کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے!! تحقیق اور اجتہاد کی بات تو بعد میں کریں، پہلے عدم برداشت جیسے سماجی رویے کو بدلنے کی ضرورت ہے اور اس کو بدلنے میں سب سے مؤثر لوگ اگر کوئی ہو سکتے، ہیں تو وہ علماء کرام ہی ہیں۔

(روزنامہ مشرق، ۱۴ راگست ۲۰۰۷)

اسلامی نظریاتی کونسل

چند نئے امکانات

حسن الامین

جیسا کہ گذشتہ کالم میں ذکر ہو چکا کہ پروفیسر ڈاکٹر محمد خالد مسعود کی قیادت میں اسلامی نظریاتی کونسل نے کئی ایک نئی سرگرمیوں کا آغاز کیا ہے، جن کو آئین اور قانون جیسے فنی موضوعات کے بیچ کام کرنے والے ادارے کی خشک فضاؤں میں تازہ ہوا کا نیا جھونکا قرار دینا زیادہ مناسب ہوگا۔ کئی دہائیوں سے محض روایت کے بندھنوں میں مقید اس کونسل کی جانب سے دو نئی تخلیقات سامنے آئیں ہیں: ایک تو سہ ماہی جریدہ "اجتہاد" کا اجراء ہے، جس کا جون کا شمارہ چھپ کر آ چکا ہے اور دوسرا، مسلم خواتین کے مسائل پر عربی میں چھپنے والی عبدالحلیم محمد ابوشقہ کی شہرہ آفاق کتاب "تحریر المرأۃ فی عصر الرسالۃ" کے چار جلدوں پر مشتمل ترجمے کی اشاعت ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے جن تین محققین نے اس کتاب کو عربی سے آسان اور سلیس اردو میں ترجمہ کیا، وہ جناب محمد خالد سیف، جناب ڈاکٹر غلام مرتضیٰ آزاد اور جناب انعام اللہ ہیں۔ یہ بلاشبہ، اپنے موضوع پر ایک غیر معمولی کتاب ہے، جو حقوق نسواں کے حوالہ سے ہمارے معاشرے میں موجود دونوں انتہا پسندانہ نکتہ ہائے نظر کے درمیان اعتدال قائم کرتی ہے اور ایک پل کا کام دیتی ہے۔ یہ کتاب نہ صرف یہ کہ ان لوگوں کے اعتراضات کا کافی حد تک جواب دیتی ہے جن کے خیال میں اسلام میں خواتین کو مردوں کی غلامی

میں دے دیا گیا ہے اور عورت کی حیثیت اس سے زیادہ نہیں کہ یہ تسکین ہوس کا ذریعہ ہے۔ اس کا مطالعہ ان مذہبی لوگوں کے لیے بھی نہایت لازم ہے، جن کے خیال میں عورت اپنی عقل اور فہم کے اعتبار سے ناقص اور ایک کم تر مخلوق کے درجہ میں ہے، جس کو سماج میں اپنی مرضی سے کوئی آزادانہ کردار ادا کرنے اور اپنی پوری شخصیت کے ساتھ سماجی سرگرمیوں میں حصہ لینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ کتاب اگر ایک طرف پہلے نقطہ نظر کے حامل افراد کے ان اعتراضات کا تسلی بخش جواب دیتی ہے، جو خود کو سیکولر یا لبرل کے نام سے یاد کرتے ہیں، تو دوسری طرف یہ ان اہل مذہب کے استدلال کو بھی سپورٹ نہیں کرتی، جو خود کو روایت پسند طبقات کے نام سے موسوم کرتے ہے۔ یہ کتاب چار جلدوں پر مشتمل ہے جن کے موضوعات یہ ہیں:

۱۔ مسلمان عورت کی شخصیت کے خدوخال

۲۔ معاشرتی زندگی میں مسلمان عورت کی شرکت

۳۔ اجتماعی زندگی میں خواتین کی شرکت کی مخالفت کرنے والوں سے مکالمہ

۴۔ مسلمان خواتین کا لباس اور زیب و زینت

مذہب کے عنوان اور مختلف مکاتب فکر کے مذہبی اداروں کی جانب سے سینکڑوں کی تعداد میں چھپنے والے رسائل و جرائد، جن میں شاید بہت ہی کم ایسے ہیں، جو ہمارے سماج کے حقیقی مسائل کو موضوع بحث بناتے ہیں اور شاید ایسے جرائد تو آٹے میں نمک کے برابر ہوں، جن کے مضامین میں مستعمل اصطلاحات، ان کا طرز بیان اور اسلوب ایک عام جدید تعلیم یافتہ انسان کی سمجھ میں آتا ہو، ایسے میں کیا ہی اچھا ہو اگر ان کے بیچ کسی ایسے جریدہ کا نمود ہو، جو ایک طرف تو ہمارے معاشرے کے حقیقی، عصری اور سلگتے مسائل کو مذہب کی روشنی میں ایڈریس کرے اور دوسری طرف ان کو ایک عام فہم اسلوب میں قارئین تک پہنچائے اور پھر ان تمام مختلف آراء کو ایک ہی جگہ اکھٹا کر کے پہنچائے جن کے بارے میں ایک عام آدمی جاننا چاہتا ہے۔ ہماری یہ دیرینہ آرزو اب پوری ہو چکی ہے کیونکہ اسلامی نظریاتی کونسل نے "اجتہاد" کے نام سے ایک نئے سہ ماہی جریدے کا آغاز کیا ہے، جس میں مسلمانوں کو درپیش عصری اور عملی نوعیت کے مسائل پر کیے جانے والے اجتہادی کام کو شائع کیا جائے گا۔ اس کا پہلا شمارہ (جون 2007) منصۂ شہود پر آ چکا ہے۔

اس پہلے شمارے کی خاص بات یہ ہے کہ اس نے اپنے سفر کا آغاز علامہ محمد اقبال کے تصور اجتہاد سے کیا ہے، جو ہمارے ہاں نسبتاً کم متنازعہ ہے۔ اس کے بارے میں جریدے کے مہمان مدیر لکھتے ہیں کہ "علامہ اقبال نے جن مسائل کی نشان دہی کی تھی، وہ کتنے اہم ہیں اور انہیں مخاطب بنائے بغیر، محض قدیم فقہی کتب پر انحصار کرتے ہوئے ایک جدید مسلمان معاشرے کی تشکیل ممکن نہیں۔۔۔ اجتہاد اگر متحرک زندگی کا مسئلہ ہے، تو یہ تصور فی نفسہ، اس بات کا متقاضی ہے کہ اسے ایک مسلسل عمل قرار دیا جائے، دوسرے لفظوں میں، معاشرتی و ریاستی سطح پر ایسے افراد اور ادارے موجود رہیں، جو روزمرہ آنے والی تبدیلیوں پر نظر رکھیں اور ریاستی قوانین و معاشرتی روایات کا اس حوالے سے جائزہ لیتے رہیں کہ وہ بدلتے حالات میں فرد اور اجتماعیت کی اسلامی شناخت کو برقرار رکھنے کے لیے کس حد تک معاون ہیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ایک طرف روایت کے ساتھ ہمارا تعلق برقرار رہے اور دوسری طرف ہم روح عصر سے بھی پوری طرح مربوط رہیں"۔ (اداریہ، اجتہاد، جون 2007ء)۔

اس پہلے شمارے کی خاص بات یہ ہے کہ اس نے اپنے سفر کا آغاز علامہ محمد اقبال کے تصور اجتہاد سے کیا ہے، جو ہمارے ہاں نسبتاً کم متنازعہ ہے۔

اس جریدے میں جس مضمون کو مرکزیت حاصل ہے، وہ علامہ اقبال کا خطبہ ''الاجتہاد فی الاسلام'' ہے۔ جریدہ اجتہاد کے مہمان مدیر کی رائے میں، علامہ اقبال کے اس خطبے سے چند اہم سوالات کی نشان دہی ہوتی ہے:

۱- دور جدید میں اجتہاد ایک انفرادی معاملہ ہے یا اجتماعی؟

۲- ایک مسلمان ریاست میں کیا پارلیمنٹ کو حق اجتہاد حاصل ہے؟

۳- آج اجتہاد مطلق کی ضرورت ہے یا اجتہاد فی المذہب کی؟

۴- اجتہاد کے لیے نصوص کی قدیم تفسیر کافی ہے یا اس کی تفہیم نو کی بھی ضرورت ہے؟

۵- ایک اسلامی ریاست کے لیے کیا جمہوری ہونا بھی ضروری ہے؟

پروفیسر خالد مسعود سے جب اس نئے جریدے کی ضرورت اور افادیت کے حوالہ سے بات ہوئی تو انہوں نے اس کی انفرادیت کو یوں نمایاں کیا کہ "اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ ہم خود سے کوئی اجتہاد کر کے اس میں شائع کریں اور نہ ہی اس کی نوعیت ان تحقیقاتی مجلّات کی ہے، جن میں نہایت ہی اکیڈمک زبان و بیان میں لکھے گئے تحقیقی مقالے (research papers) شائع ہوتے ہیں، بلکہ اس کا مقصد مسلمان معاشروں میں جنم لینے والے حقیقی اور زندہ معاشی، معاشرتی، سماجی، قانونی، سیاسی، تعلیمی اور تہذیبوں کی کشمکش کے حوالہ سے جنم لینے والے مسائل پر مختلف مکاتب فکر کی جانب سے کیے جانے والے اجتہاد کو ایک ہی پرچے میں، آسان اور سلیس زبان میں عام قارئین تک پہنچانا ہے"۔ جیسا کہ اگلے شمارے کا موضوع اسلام اور مغرب ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل کی ان نئی سرگرمیوں نے اجتماعی اجتہاد اور تحقیق کے کئی نئے امکانات کو جنم دیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی یہ نئی کاوش اپنی ثمر آوری اور منفعت کے لحاظ سے بانجھ نہیں، بلکہ پروفیسر مسعود کا یہ بویا ہوا بیج اپنی خیر و برکت کے لحاظ سے شجر سایہ دار بنے گا اور اس کی کئی شاخیں اور کئی نسلیں ہوں گی، کیونکہ

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی!

(روزنامہ مشرق، ۵/اگست ۲۰۰۷)